اسلامی قانون کے بعض اساسی تصوّرات پر ایک نظر

ایم ۔ کے ۔ نواز

(۲)

[سنگاپور کے مجلہ رابطہ العالمی الاسلامی کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ ۔ اس مجلہ کے ناشر سعودی عرب متعینہ سنگاپور کے قنصل جنرل ہیں (مدیر)]

مولانا مودودی نے قرآن کی تعبیر کے لئے مندرجہ ذیل قاعدہ تجویز کیا ہے:

"قرآن کی صحیح تعبیر کے لئے جو طریق کار اختیار کیا جانا چاہیئے، وہ یہ ہے کہ پہلے تو الفاظ اور ان کی ساخت پر عربی زبان و قواعد کے مقتضیات کے مطابق غور کیا جائے پھر اس سیاق وسباق پر غور کیا جائے جس میں وہ وارد ہوئے پھر اس خاص موضوع سے متعلقہ دوسری آیات کو جو قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر مذکور ہیں جمع کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ زیر بحث آیت کی کون سی ممکن تعبیر ان آیات سے ہم آہنگ ہے اور کون سی مخالف ہے (۶۸)

یہ قواعد ایک حد تک مناسب اور صائب ہیں لیکن معاملے کی تہ تک ان کی رسائی نہیں۔ دوسری جانب یہ بھی یاد رہے کہ دوسرے مسلم فقہاء کی طرح مولانا مودودی بھی اس کے قائل ہیں کہ قرآنی اصلوں (NORMS) کی دائمی اور عالمگیر اہمیت ہے۔

حال ہی میں منیر کمیٹی کے سامنے جب قرآن کی جہاد سے متعلقہ قانونی اصلوں کی تعبیر کا سوال زیر غور آیا تو وہاں بھی تعبیر کے قانونی طریقوں کو اختیار کرنے میں تامل تھا (۶۹) حقیقت یہ ہے کہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، تمام مصنفین اس بات پر متفق ہیں، اگرچہ دونوں کے وجوہ میں اختلاف ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن اللہ کا کلام ہے اور نتیجۃً اس کو لفظاً اور بلا تنقید تسلیم کیا جائے۔ غیر مسلم جہاں تک قرآن کی قانونی اصلوں کا تعلق ہے، اگرچہ اس کو اللہ کا کلام نہیں مانتے، تاہم ان کے نزدیک اس سے استنباط لفظاً ہی کیا جانا چاہیئے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کی اصلوں کی تعبیر اکثر اسی طرح کی جاتی ہے جیسے قانون سازی کی دستاویز کی جاتی ہے۔ لیکن قرآن ضابطۂ قانون تو ہے نہیں تھے اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج کے اصطلاحی مفہوم میں قانون دہندہ بھتے لہٰذا اب کیا یہ ممکن ہے کہ قرآنی اصلوں کی تعبیر میں قانونی تشریح وتشکیل کے معیاروں کا اطلاق کیا جائے؟

مزید برآں ان اصلوں کی مراد و مفہوم اور اہمیت سے صحیح آگاہی کیسے ممکن ہے خصوصاً اس صورت میں کہ الفاظ کے معانی بلکہ خود زبان کی ساخت زمانے کے ساتھ بدل سکتی ہے۔ لہذا دوسرے دلائل کے علاوہ خود ان وجوہات کی بناء پر بھی قرآن کی قانونی اصلوں کی لفظی تعبیر مناسب ترین تعبیر نہ ہوگی۔

روایتی تعبیر و تشریح میں سنت کو اسلامی قانون کے مختلف اصولوں میں نہایت ہی اہم مقام حاصل ہے [۴۲] اگرچہ اس کی منزلت قرآن سے دوسرے درجے پر ہے۔ چنانچہ سنت اور احادیث [۴۳] کے بالاستیعاب مطالعے کو اسلامی قانون میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اس وجہ سے کہ احادیث میں مذکور قانونی اصلوں کو قرآنی اصلوں کی طرح ہی خطا سے مبرّا خیال کیا جاتا ہے [۴۴] احادیث کا مطالعہ بھی اہم قرار پاتا ہے۔

قرآن کی طرح سنت بھی تمام کی تمام قانون سے متعلق نہیں۔ دوسرے موضوعات کے علاوہ رسول اللہ صلعم سے مروی احادیث (ان کی صحت تسلیم کرتے ہوئے) عقائد، اخلاق، تجارت اور قانون سے متعلق ہیں۔ دوسری طرف یہ قانونی اصلیں جائداد، قانون فوجداری اور جنگ جیسے مختلف النوع موضوعات پر مشتمل ہیں [۴۵]

امام شافعیؒ غالباً سب سے پہلے فقیہہ تھے جنہوں نے کہا کہ سنت، خصوصاً جب اس کی صحت ثابت ہو، خطا سے مبرّا ہے [۴۶]۔ لکھتے ہیں:۔

"جب کسی حدیث کی صحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو ہمیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا پڑے گا۔ تمہارا اور دوسروں کا اس کے متعلق "چون و چرا" کرنا غلطی ہے۔ "کیسے" کا سوال صرف انسانی آرا کے متعلق کیا جا سکتا ہے جو مستنبط ہوتے ہیں اور جن کی کوئی سند اور حجت نہیں۔ لیکن اگر فرائض کیوں اور کیسے کے سوالات کے ذریعے قیاس اور عقلی تجزیہ کی زد میں آنے لگے تو اس استدلال کی کوئی انتہا نہیں ہوگی اور قیاس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔" [۴۷]

امام شافعیؒ کے بعد مسلم فقہا میں یہ نظریہ مسلمہ حیثیت اختیار کر گیا کہ سنت میں موجود قانونی اصلیں، قرآنی اصلوں کی طرح مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہیں [۴۸] اس میں شک نہیں کہ اس کی بے شمار توجیہات کی گئی ہیں۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ تھی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کی اطاعت فرض قرار دی ہے، اس لئے سنت جو نبی اکرمؐ کے افعال و اقوال کا مجموعہ ہے، مسلمانوں پر فرض ہو جاتی ہے۔ حال ہی میں منیر کمیٹی کی رپورٹ میں اسی قسم کی بات کہی گئی ہے۔

وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام کے پہنچانے کے لئے ذریعہ بنایا، رسول یا نبی ہیں اور ایک نبی کا ہر

فعل اور قول (کذا) ہمارے رسول اکرمؐ کا تو خاص طور سے اللہ کی طرف سے تھا. چنانچہ اس میں اسی درجہ کی عصمت پائی جاتی ہے، جیسا کہ باقاعدہ وحی میں. کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور ان میں منشائے ربانی کے خلاف کہنے یا کرنے کی قدرت نہیں ہوتی ۔ یہ اقوال و افعال سنت ہیں اور وہ اسی طرح معصوم عن الخطا ہیں جیسے کہ قرآن [۷۹]

یہ کلامی و عقلی توضیحات بظاہر اس بنیادی نظریے سے مستخرج ہوئے کہ رسول اللہ صلعم کی آراء اسی طرح واجب العمل ہیں جس طرح قرآن کی قانونی اصلیں ۔ اس دینیاتی دعویٰ سے شروع کرتے ہوئے کہ سنت بھی الہامی شے ہے مسلم فقہا اس نتیجے پر پہنچے کہ سنت قرآن کی طرح خطا سے مبرّا. عالمگیر اور دائمی ہے. اس قسم کی توضیحات قدرتی طور پر اس معاشرے، زمانے اور سب سے بڑھ کر اس سیاق کو قطعی نظر انداز کر دیتی ہیں. جن میں یہ قانونی اصلیں اور معیارات (NORMS) تشکیل پذیر ہوئے تھے۔

تاہم سب سے بڑھ کر حیران کن یہ بات ہے کہ روایتی مسلم فقہا اس حقیقت کے باوجود کہ اسلام کا قدیم (کلاسیکل) قانون، فقہائے متقدمین نے دینیاتی سانچے پر ڈھالا تھا، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فقہ دینیات سے کلیتہ الگ چیز ہے [۸۱] اسلامی قانون کے چند احکام کے ضمن میں تو یہ دعویٰ صحیح شمار ہو سکتا ہے لیکن قانون کے پورے ڈھانچے کے بارے میں یہ دعویٰ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا. اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے. روایتی فقہا کے نزدیک، قرآن اور سنت میں موجود قانون منشائے الٰہی پر مبنی ہے نہ کہ سماجی ضرورتوں پر۔

کلاسیکل قانونی نظریے کے لحاظ سے احادیث میں موجود قانونی اصلیں بھی اسی طرح واجب العمل ہیں جیسا کہ قرآنی قانونی اصلیں [۸۲] اس دعویٰ کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تب بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ان اصلوں کی تعبیر کیسے کی جائے گی. یہ صحیح ہے کہ مسلم فقہا نے نقد حدیث کے علم کو ترقی دی لیکن اس کی تنقید کا تعلق معاملے کے قطعاً دوسرے پہلو سے تھا یعنی یہ دیکھنا کہ رسول اللہ صلعم سے جو احادیث منسوب ہیں، وہ کس حد تک صحیح ہیں. بہرحال یہ کہنا صحیح نہیں ہو گا کہ احادیث کی تعبیر کے لئے کسی قسم کے قواعد وضع ہی نہیں کئے گئے. اکثر احادیث کی تعبیر بالکل اسی طریقے پر کی جاتی تھی جیسے قرآن کی، یعنی لفظی طور پر [۸۳] اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے آیا احادیث سے اخذِ قانون کے لئے لفظی تعبیر ہی مناسب ترین طریق کار ہے۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے "سنت" کی اصطلاح سے کیا مراد ہے، اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

"سنت" کے لغوی معنی راستہ، لائحہ عمل اور طریق کار کے ہیں [۸۴] لیکن اصطلاحی معنوں میں "سنت" نبی اکرمؐ کے افعال، اقوال اور تقریر پر شامل ہے [۸۵] اس کے علاوہ جیسا کہ گولڈزیہر [۸۶] اور شاخت [۸۷] کی دوررس

تحقیقات نے بتایا ہے کہ سنت وہ اعمال بھی ہیں جو اسلام نے اپنے عرب اسلاف سے ورثے میں پائے۔ اسلام میں سنت کا مفہوم سمجھنے کے لئے قبل از اسلام عرب کے نظریۂ سنت سے آگاہی لابدی ہے۔ ؎

؎ شاخت کے اس نظریے پر کہ سنت نبوی کا نظریہ امام شافعیؒ سے وجود میں آیا (دیکھئے مقالہ ہذا کا حوالہ ۹۱) اور اس کی وجہ سے شاخت کو اسلامی قانون دانوں میں بہت شہرت حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے (اسلامی منہاج کی تاریخ۔ انگریزی) مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، کراچی، ص ۴-۱۰) تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کی اس گرفت کا جواب شاخت نے (LAW IN THE MIDDLE EAST) میں ایک مقالے میں دیا۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ شاخت کا یہ نظریہ مارگولیتھ اور لامانس سے مستعار ہے جنہوں نے تاریخی مطالعے کی بنا پر کہا کہ سنت تمام تر اسلام سے قبل اور بعد کے عرب تعامل کا نام ہے۔ چنانچہ شاخت نے انہی بنیادوں پر یہ نظریہ قائم کیا کہ سنت نبوی اسلام میں بہت بعد کا تصوّر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اس مغالطہ کی بڑی وجہ یہ تھی کہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے کو احادیث میں بہت سا ایسا مواد ملتا ہے جو زمانۂ جاہلیت سے چلا آتا ہے۔ خصوصاً قبل از اسلام کی بعض عرب رسوم وعادات۔ دوسرے جب بعد کے ادوار میں تحریک حدیث زور پکڑتی ہے تو وہ تمام افعال و اقوال جو اب تک احادیث میں "سنت" وغیرہ الفاظ سے چلے آتے تھے، "سنت نبوی" قرار دے دیئے گئے۔ چنانچہ اس سے مستشرقین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اس دور سے پہلے "سنت نبوی" کا تصوّر موجود نہیں تھا۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے تفصیلاً بحث کرتے ہوئے اس نظریے کی خامیوں کو واشگاف کیا ہے کہ واقعتہً حضورؐ سے مرفوع احادیث جن پر سنت مبنی تھی، بہت ہی کم ہیں، پھر یہ کہ اولین دور میں سنت نبوی کے ساتھ، سنت نبوی کی تعبیرات بھی موجود تھیں جنہیں سنت نبوی ہی سمجھا جاتا تھا۔ ہوا یہ کہ تحریک حدیث کے سیلاب سے سنت، اجتہاد اور اجماع کا جو باہم پیوستہ سلسلہ تھا، ٹوٹ کر بکھر گیا۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ جب قرآن رسول اللہؐ کے اسوہ پر عمل کی ترغیب دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اوّلین دور کے مسلمانوں میں "سنت نبوی" کا تصوّر موجود نہ ہو۔ حضرت حسن بصریؒ نے عبدالملک بن مروان (۶۵-۸۵ھ) کو ایک خط لکھا تھا جس میں واضح طور پر "سنت رسول اللہ" کے الفاظ استعمال کئے۔ اس کے علاوہ دوسری صدی ہجری کے اوائل کا ہاشمی شاعر الکمیت کہتا ہے:

بای کتاب او بای سنۃ ۔ تری حبھم عاراً علیّ وتحسب

عربوں کے ہاں سنت کا مفہوم یہ تھا کہ عرف اور عادت کا روایتی رواج جو آباؤ اجداد کے عمل سے مقدس کر دانا گیا ہو، اور ان سے عمل کے ذریعے بعد والوں تک پہنچا ہو[88] لہٰذا سنت جدید قانونی نظریہ کے تجزیہ کی روشنی میں "عرفی قانون" کے مشابہ ہے لیکن عربوں کے لئے اس کا مفہوم اس سے وسیع تر تھا کیونکہ جیسا کہ گولڈزیہر نے صراحت کی ہے بشرک عربوں کے لئے "سنت" زندگی کے لئے بطور ایک نصب العین کے تھی[89] چنانچہ "سنت" وسیع تر اہمیت رکھتی ہے[90]

یہاں یہ توقع بالکل معقول ہے کہ اسلام میں سنت کا تصور بھی وہی ہونا چاہیئے جو کہ عربوں کا تھا بشرطیکہ اسلام نے اس میں کوئی ترمیم نہ کی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی قانون نے بہت سی اہم تبدیلیاں کیں۔ مثلاً اس نے بالوضاحت تصریح کی کہ صرف سنت نبوی ہی قانونی قواعد و ضوابط کا ماخذ ہوگی[91] اس لحاظ سے قبل از اسلام کے تصور سنت کے مفہوم و موضوع کو ایک حد تک محدود کر دیا گیا۔ لیکن دوسری طرف اس کا دائرہ وسیع بھی ہوا۔ کیونکہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ دورِ اوّل کے فقہاء نے اسلامی قانون کی تنظیم میں کافی حد تک اور بالعموم اپنے ہم عصر قانونی نظامات سے بغیر ان کا اعتراف کئے بہت کچھ اخذ کیا۔

پروفیسر گب لکھتے ہیں: قانونی کلیات، یہودی اور عیسائی قانونی مواد حتیٰ کہ یونانی فلسفہ کی تعریفات تک کو رسول اللہ صلعم سے منسوب کر دیا گیا اس حد تک کہ وضع حدیث کے عمل کی کوئی انتہا نہ رہی[92] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکثر قواعد و ضوابط جو رسول اللہؐ سے منسوب ہوئے درحقیقت اسلام کی قانونی تاریخ کے بہت بعد کے دَور سے تعلق رکھتے ہیں[93] اگر گولڈزیہر، ہرگرونیئے اور شاخت کے نتائج اور آراء کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ سنت میں رسول اللہؐ کے اقوال اور نزاعات کو سلجھانے میں جو آپؐ نے فیصلے کئے، ان کے علاوہ آپؐ کے بعد آنے والے خلفاء اور سلاطین نے نظم و نسق اور قیام عدل کے سلسلے میں جو کچھ کیا، وہ بھی سنت میں شامل ہے۔ اس سے بہت پہلے کہ اسلام میں علم اصول فقہ نے سنت کو اس حیثیت میں کہ وہ قانونی قواعد و ضوابط پر مشتمل ہے، تسلیم کیا، سنت ایک سند اور حجت سمجھی جاتی تھی اور مسلمانوں میں اس کا بڑا احترام تھا[94] درحقیقت سنت کی حجیت کا درجہ اتنا بلند تھا کہ احادیث میں موجود کسی حکم کا حوالہ ہی نتیجہ خیز اثرات کا حامل ہوتا تھا۔

ہرگرونیئے لکھتا ہے:۔

"ان تنازعات میں فیصلہ کن استدلال شروع ہی سے اس پر مشتمل ہوتا تھا کہ نبی اکرمؐ نے یہ فعل اس طرح کیا یا یوں فیصلہ کیا۔ اگرچہ آپؐ کی حیثیت بطور قانون دینے والے کے ایک قطعی عقیدے کی صورت میں ابھی

معین نہیں ہوئی تھی لیکن تمام امت اس پر متفق تھی کہ جو شخص آپؐ کے اسوہ سے کوئی عملی مثال پیش کرے اس کی بات صحیح ہے۔[95]

یہ واضح ہے کہ سنت نبوی کی تدوین کی ضرورت کا احساس اوائل اسلام میں ہو گیا تاہم تدوین کا کام اتنا آسان نہیں تھا کیونکہ جب دورِ اوّل کے محدثین نے سنت جمع کرنی شروع کی تو اس سے پہلے ہی موضوع احادیث کثرت سے لوگوں میں پھیل چکی تھیں۔ اس لئے محدثین کا اولین فریضہ یہ ہوا کہ وہ صحیح اور موضوع حدیث میں امتیاز کریں۔ امام بخاریؒ (متوفی ۸۷۰ء) مشہور و معروف محدث کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے چھ لاکھ احادیث جمع کیں۔ ان میں سے دو لاکھ حفظ کیں، لیکن ان میں سے بھی ان کے نزدیک صرف ۷۳۹۷ صحیح تھیں[96] لیکن اس مجموعے میں بہت سی احادیث بار بار آئی ہیں، اس لحاظ صحیح بخاری کے مجموعے کی احادیث کی صحیح تعداد محض ۲,۷۶۲ رہ جاتی ہے۔

یہ امر باعث تعجب نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جن کے زمانے میں احادیث ابھی تابعین کے ذہنوں میں تازہ تھیں، کہا جاتا ہے کہ انھوں نے محض سترہ یا اٹھارہ حدیثوں کی صحت کو تسلیم کیا[97] خواہ کچھ بھی ہو، جامعین حدیث نے احادیث کی صحت کی جانچ پڑتال کے لئے قواعد وضع کئے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ جس صورت میں حدیث روایت کی جاتی ہے وہ سب سے زیادہ اہم ہے[98] اگر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں بجنسہٖ روایت ہوئی ہے تو اس کی صحت معتبر ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہے تو اس حدیث کی صحت شبہ سے خالی ہے[99] "نقد حدیث"[100] میں ان کے علاوہ اور بھی کئی طریقے مثلاً عدالتِ راوی اور کمال اسناد وغیرہ استعمال ہوئے تھے۔ پھر احادیث کو تین مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا۔ صحیح، حسن اور ضعیف۔ یہ تقسیم کمال اسناد کے اعتبار سے تھی۔[101]

اسلامی قانون کے ان ارتقائی مراحل کے مطالعے سے یہ ایجابی ثبوت ضرور فراہم ہوتا ہے کہ جو احادیث لوگوں میں پھیل چکی تھیں ان میں سے اکثر صحیح العقیدہ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے بھی شک و شبہ سے خالی نہیں تھیں۔ ایک مصنف نے بڑی صاف بیانی سے کام لیتے ہوئے یہاں تک اعتراف کیا ہے کہ "حدیث وہ شکل ہے جس میں ہم اپنے نتائج کو پیش کرتے ہیں"[102] احادیث کے سلسلے میں تخلیقی سرگرمی کے لئے بعض اوقات نبی اکرمؐ کی مندرجہ ذیل احادیث سے حجت حاصل کی جاتی تھی۔ "وہ اقوال جو مجھ سے منسوب ہوں، اگر وہ قرآن کے موافق ہیں تو ان کی مجھ سے نسبت درست ہو گی۔ خواہ حقیقتاً میں نے کہا ہو۔ یہ نہ کہا ہو۔"

دینی چیزیں اچھی ہیں، میں نے کہی ہیں"۔[۱۰۳]

احادیث نبوی کے لئے جو اتنا زیادہ مطالبہ ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ تنازعات کے فیصلوں میں ان کو قرآن کی قانونی اصلوں کے ساتھ ساتھ فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی [۱۰۴] جوں جوں طلب بڑھتی گئی رسد میں اضافہ ہوتا گیا [۱۰۵] بعض اوقات اس کا تناسب طلب سے کہیں زیادہ ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قانون کے ہر نقطہ کے متعلق متضاد حدیثیں وجود میں آگئیں۔ اسی سے متعارض احادیث کی تطبیق و توفیق کی ضرورت پیدا ہوئی۔

شروع کے فقہا نے متعارض احادیث کے تعارض کو دور کرنے کے لئے بہت سے قواعد وضع کئے۔ امام شافعیؒ نے تعبیر کے مختلف طریقے بیان فرمائے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر دو یا زیادہ حدیثوں میں تعارض پایا جائے تو اسے توفیق تاویل کے طریقے سے حل کیا جائے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی تصنیف کتاب اختلاف الحدیث خاص کر اسی موضوع سے متعلق ہے۔ شاخت بتاتا ہے کہ امام شافعیؒ رسول اللہؐ کی دو حدیثوں کو کبھی ایک دوسرے کی متعارض نہیں مانتے، اگر ان دونوں کو قبول کرنے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے وہ ان میں سے کسی ایک حدیث کو رد نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک سب کی سب مساوی طور پر واجب العمل ہیں۔ ان کے نزدیک وہ اس وقت متعارض تسلیم کی جا سکتی ہیں جبکہ ایک پر عمل کرنے سے دوسری کی مخالفت ہوتی ہو [۱۰۶] امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی صورت میں جب کہ متعارض احادیث میں کسی طرح تطبیق ممکن نہ ہو تو ان میں سے جو قرآن سے قریب تر ہو، اس کو صحیح سمجھا جائے [۱۰۷] انھوں نے یہ بھی کہا کہ دو متعارض حدیثوں میں جو زمانی لحاظ سے مؤخر ہو، اسے مقدم پر ترجیح ہوگی [۱۰۸] سطور بالا میں ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن کی قانونی اصلوں کی تعبیر کے طریقے بھی یہی تھے۔ عبدالرحیم لکھتے ہیں کہ قرآنی اصلوں کی تعبیر کے جو قواعد ہیں وہ قانونی احادیث پر بھی اسی حیثیت و اعتبار کے ساتھ منطبق ہوتے ہیں۔[۱۰۹]

تعبیر کے یہ تمام قواعد [۱۱۰] ان قواعد سے مشابہ ہیں جو عام طور پر ضوابط کی تشکیل میں کام میں آتے ہیں۔ لیکن سنت سے مقصود کبھی ضابطۂ قانون نہ تھا۔ اس صورت میں کیا یہ مناسب ہوگا کہ اس سے کسی ضابطہ کی طرح لفظی بنیاد پر استنباط کیا جائے؟

عمرانی تعبیر کے امکانات

یہ کہا گیا ہے کہ قرآن کی قانونی اصلوں کی حیثیت ان فیصلوں اور حلوں کی ہے جو ساتویں صدی عیسوی کے عرب اسلامی معاشرے میں رسول اکرمؐ کے زمانے میں مختلف معاشرتی اقتصادی اور سیاسی مسائل کے لئے

ہوئے۔ جیساکہ ایک مصنف نے بجا طور پر لکھا ہے کہ قرآنی تشریع درحقیقت مجموعہ ہے کہ کس طرح ایک نئے دینی معاشرے کے سربراہ کی حیثیت سے نبی اکرمؐ کو جو بے شمار اور مختلف مسائل پیش آئے انہیں حل کیا گیا[111] اگر اس دعویٰ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے اور حقیقتاً موجودہ نظریے کے اعتبار سے اس کی صحت پر مشکل سے شبہ کیا جاسکتا ہے تو اوّلاً یہ ضروری ہوگا کہ ان سماجی، اقتصادی اور سیاسی مسائل کو پوری طرح سمجھا جائے جن کے قانونی حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرنا پڑے! ان کے تعین کے لئے تاریخ عرب کے اسلام سے پہلے اور بعد کے دَور کا مطالعہ، نبی اکرمؐ کی سیاسی زندگی اور سب سے بڑھ کر قرآن کی تاریخ کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ جب ہم ایک دفعہ ان امور کا علم حاصل کرلیں گے تو ہم قرآن کے ہر قانونی اصول کے سیاق و سباق کا تعین کرسکیں گے۔
مزید برآں چونکہ مسلم اور غیر مسلم قرآن کی دونوں طرح کی تفسیروں میں یہ التزام پایا جاتا ہے کہ ہر سورت کے آغاز میں اس صورت کی تاریخ اور تاریخی ترتیب کے متعلق ایک مقدمہ سپرد قلم کیا جاتا ہے اور بعض اوقات آیات کے شان نزول اور متعلقہ واقعات کی بھی تصریح کردی جاتی ہے، اس لئے یہ ممکن ہے ہم اس معاشرتی سیاق و پس منظر کو متعین کرسکیں جو ان قرآنی قانونی اصلوں سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ جیساکہ اکثر اس کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اسلام تاریخ کی بھرپور روشنی میں ظہور پذیر ہوا[112] اس لئے اس تاریخی سیاق کا سمجھنا ممکن ہونا چاہیئے جن میں یہ قانونی اصلیں (NORMS) وجود پذیر ہوئیں۔ اگر ایک دفعہ اس معاشرتی پس منظر کا تعین ہوجائے تو قرآن کے ان قانونی اصلوں کا صحیح مفہوم و موضوع واضح طور پر سامنے آجائے گا۔

اس قسم کی تحقیقات کی قدر و قیمت کا مظاہرہ ونو گراڈوف نے قبائلی قانون اور وطنی معاشروں پر جو بحث کی ہے، اس سے ہوچکا ہے[113] اور اس کے لئے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ گو مذکورہ بالا خطوط پر قرآن کی قانونی اصلوں کی تعبیر کسی طرح بھی آسان نہیں لیکن چونکہ اس سے نئی راہیں کھلنے کے امکانات ہیں اس لئے یہ خصوصی توجہ اور غور و فکر کی مستحق ہے۔ کیونکہ اس قسم کی جامع تر جدید تحقیقات کے بغیر قرآن کے قانونی نظام کے موجودہ علم کو کس طرح آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ پھر یہ کہ موجودہ نظریے کے مطابق مجوزہ طریق کار تفصیلات کے اختلافات کے باوجود (MUTATIS MUANDIS) سنت کے مطالعہ پر بھی منطبق ہوسکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سنت میں موجود قانونی اصلوں کے، اکثر موضوع احادیث کی موجودگی کے پیش نظر، معاشرتی سیاق کا تعین قرآنی اصلوں سے کہیں زیادہ مشکل ہوگا، لیکن اسی وجہ سے ان احادیث کے ظہور پذیر ہونے کے زمانے اور معاشرتی سیاق کا تعین اور بھی زیادہ ضروری ہوجاتا ہے۔ جوزف شاخت نے اپنی

تحقیقات کے دوران اس بات کا بڑی اچھی طرح انکشاف کیا ہے کہ کیسے رسول اکرمؐ سے منسوب بہت سی احادیث بعد کے زمانے سے متعلق ہیں [۱۱۴] اس طرح شناخت کی تحقیقات نے اس موضوع پر مزید نئے مباحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ صرف ایسی تحقیقات کی بنیادوں پر ہم اسلامی قانون کے موجودہ علم کو ترقی دے سکتے ہیں۔

یہاں یہ بیان کرنا نہایت ضروری ہے کہ مجوزہ طریق کار کی افادیت اور کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اسلام سے متعلقہ دوسرے علوم خاص کر قدیم (کلاسیکل) عربی اور دوسری سامی زبانوں [۱۱۵]، قبل از اسلام اور بعد از اسلام کی تاریخ عرب اور موجودہ تاریخ عالم پر کتنی تحقیقات ہوتی ہے۔ تاہم جہاں قرآن و سنت کے معاملے میں سماجی سیاق کا صحیح تعین ممکن نہ ہو وہاں مجوزہ طریق کار مشکل ہی کام آسکے گا۔ یہاں لفظی تعبیر کی طرف رجوع ہی واحد حل ہوگا۔ تاہم اس سے مذکورہ طریق کار کی صحت کسی طرح مخدوش نہیں ہوتی اگرچہ اس سے یہ بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس طریق کار کی مجبوریاں کیا ہیں جو بالعموم تاریخی مواد کی کمیابی اور متعلقہ زمانے کے کما حقہ علم کی کمی کا نتیجہ ہیں۔ کوئی بھی صورت ہو بہر کیف یہ تو کہنا ہی پڑے گا کہ قرآن اور سنت کی قانونی اصلوں کے مطالعہ کے سلسلے میں ان کی لفظی تعبیر نہایت غیر مناسب طریق کار ہے۔

جس طریق کار کو سطور بالا میں تجویز کیا گیا ہے وہ آصف اے۔ اے فیضی کے اس نظریے سے بعض اعتبار سے مماثل ہے جو انھوں نے اپنے مقالے "اسلام کی تعبیر نو" [۱۱۶] میں بیان کیا ہے۔ اگرچہ پروفیسر فیضی نے اپنے مقالے میں اسلام کی عمومی تعبیر کے مسئلے کو لیا ہے تاہم ان کی قرآن کریم سے متعلق بصیرت افروز اور خیال انگیز آراء سے قانونی موضوعات کے سلسلے میں بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ راقم السطور کی اسلامی قانون پر تحقیقات سے بھی پروفیسر فیضی کے خیالات کی تائید ہوتی ہے [۱۱۷]

اسلام اور قرآن کے بارے میں فیضی لکھتے ہیں: اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے اور قرآن کی تعبیر تاریخی پس منظر اور تاریخی ترتیب کے اصولوں پر کی جانی ضروری ہے [۱۱۸] اس موقف کی صحت اور قرآنی قانونی اصلوں کے بارے میں اس کے ممکن الاطلاق ہونے پر کلام نہیں ہو سکتا۔ ایک اور جگہ پروفیسر فیضی سماجی حالات کے پس منظر میں اسلامی قانون اور اصول فقہ کے مطالعہ پر زور دیتے ہیں [۱۱۹] پروفیسر فیضی مزید لکھتے ہیں: جدید تنقیدی بحث میں اس دینیاتی عقیدے اور قانونی کلیے کی کہ خدا قانون کا خالق ہے، تاریخی اور فلسفیانہ دونوں پہلوؤں سے جانچ بے حد ضروری ہے [۱۲۰]

پروفیسر فیضی نے اپنے تازہ ترین مقالات میں اس قسم کے اور دوسرے جن قواعد و ضوابط کا تذکرہ کیا ہے

وہ اسلام کے قانونی نظام کے ازسرنو محاکمہ کے لئے اساسی اہمیت کے حامل ہیں ؎ فیضی کا انداز بحث قریباً وہی ہے جو قانون کے متعلق ایک عمرانی محقق کا ہوتا ہے۔ اس سلسلے کے پیچیدہ مسائل کو مزید سمجھنے کے لئے عمرانی اصول قانون کے سیاق میں کچھ کہنا ضروری ہے۔

عمرانی اصول قانون کی جدید تحقیقات سے بہت سے نتائج میں سے جو سب سے مفید نتیجہ نکلتا ہے، وہ تحقیق کا طریق کار اور منہاج ہے [121] بجا کہ قانون کے عمرانی محققین نے ہی پہلے پہل اس طریق تحقیق کا اظہار نہیں کیا۔ درحقیقت اصول قانون کے تاریخی مکتب کے محققین نے عمرانی محققین کے لئے راہ ہموار کی۔ ان محققین میں سے سیونی، مین اور ونوگراڈوف نے وضاحت کی ہے کہ قدیم معاشروں کے معتقدات، اخلاق حتیٰ کہ جادو کے پیچیدہ امتزاج اور باہمی تعامل سے کس طرح قانونی اصلیں ارتقا پذیر ہوئیں۔ یہ تحقیقات اپنی تمام تر قدر وقیمت اور اہمیت کے باوجود قانونی اصلوں کے ارتقا میں جو معاشی، سماجی اور سیاسی عوامل کام کر رہے ہیں ان کا صحیح جائزہ لینے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔ اس خلا کو قانون کے عمرانی محققین کی تحقیقات ومشاہدات نے پُر کیا۔ یوجین اہرلک، راسک پاؤنڈ اور جولیس سٹون نے بار بار قانونی اصلوں کی پیدائش میں قانونی عوامل سے ماوراء اسباب کے کردار کے تعین کی ضرورت کی نشان دہی کی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے نمایاں بصیرت پروفیسر سٹون کی ہے، جنہوں نے قدیم معاشروں پر تاریخی عمرانی طرز تحقیق انطباق کرنے کا خیال پیش کیا۔ ان کے اپنے الفاظ میں:

"مزید برآں، انسانی روابط پر سائنٹفک تحقیق کا طریقہ گزشتہ معاشروں پر یا ان معاشروں پر جو ہم سے کافی مختلف ہیں، زیادہ آسانی سے شروع ہوتا ہے اور بتدریج اس کا دائرہ موجودہ معاشرے تک پھیلتا ہے۔ یہ بات خواہ وہ قانون کا میدان ہو، بین الاقوامی روابط ہوں یا علم انسانیات اور عمرانیات ہو، سب کے بارے میں درست ہے [122] قانون کے عمرانی محققین کے نزدیک ایک محقق کے لئے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کوئی

؎ غالباً مصنّف کی عربی زبان میں فقہی امہات الکتب پر دسترس نہ ہونے کی وجہ سے وہ اصولیین کی بحث کے اس پہلو کو پیش نہیں کر سکے۔ اس ضمن میں نجم الدّین طوفی، ابن قیم اور علامہ شاطبی کے مباحث بے حد اہم ہیں۔ ماضی قریب کے عمرانی مفکر اور فقیہ شاہ ولی اللہ نے فقہی ارتقا کے اس پہلو پر جو گفتگو کی ہے وہ انتہائی فکر انگیز اور بصیرت افروز ہے۔ مدیر

قانونی تعامل کس حد تک عقیدے سے مطابقت رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر "کتابی قانون" اور "عملی قانون" میں مطابقت وموافقت ضروری ہے [۱۲۳] تاریخی مکتب تحقیق کے لئے اس قسم کی تحقیق اس وجہ سے اور بھی ضروری ہے کہ قدیم تحریروں میں قانونی اصلوں اور سماجی معیارات میں واضح فرق پایا نہیں جاتا [۱۲۴]

تاریخی عمرانی تحقیقات جو اس وقت تک یا تو دیوانی (سِول) اور قانون عامہ (COMMON LAW) کے نظاموں یا بین الاقوامی قانونی روابط کے دائرے تک محدود رہی ہے، اس کے بڑے مفید نتائج نکلے ہیں۔ اس نے بعض وہ غلط فہمیاں دور کر دی ہیں جو اب تک چلی آتی تھیں خیال ہے کہ اسلامی قانون کی بھی اس طرح کی تحقیق، اگر زیادہ نہیں، تو اتنی تو ضرور ہی مفید رہے گی۔

حوالہ جات وحواشی

[۶۸] فرزی لینڈ کے الوٹ 'مولانا مودودی اینڈ دی قرآن'۔ رسالہ دی مسلم ورلڈ (۱۹۵۸) صہ۶-۹

[۶۹] رپورٹ آف دی کورٹ انکوائری۔ محولہ بالا۔ صہ ۲۲۳ اور صہ ۲۲۴۔

[۷۰] الیف۔ پی۔ طیب جی۔ محولہ بالا صہ۲۔

[۷۱] جے شاخت۔ 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈیولپمنٹ آف جیورس پروڈنس'۔ لا اِن دی مڈل الیسٹ میں۔ محولہ بالا صہ۲۸-۵۶۔ خاص طور پر ملاحظہ ہو صہ۳۱۔

[۷۲] جے شاخت۔ اور جینز صہ۱۳۵

[۷۳] زیادہ تر سنت اور حدیث کی اصطلاحات ہم معنی استعمال ہوتی ہیں۔ الفریڈ گیولوم۔ ٹریڈیشنز آف اسلام (آکسفورڈ ۱۹۲۴) صہ۱۰۔ محمد علی محولہ بالا صہ۵۸۔

[۷۴] احادیث جمع ہے حدیث کی اور یہ عبارت ہے رسول اللہ صلعم کے اعمال واقوال سے۔

[۷۵] الفریڈ گیولوم۔ محولہ بالا صہ۹۸-۱۳۱۔ نیز ملاحظہ ہو محمد علی۔ اے مینول آف حدیث (لاہور)

[۷۶] جے شاخت کی کتاب اور جینز میں نقل کیا گیا ہے۔

[۷۷] بہر حال یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام شافعیؒ سنت کو سند کے اعتبار سے قرآن کی طرح سمجھتے ہیں۔ بے شک شروع کے دوسرے فقہاء کی طرح ان کی بھی یہ رائے ہے کہ سنت کا درجہ قرآن کے بعد ہے۔ جے شاخت

اور جینز صـ ۱۳۵ اس کا مقابلہ کیجئے ۔ عبد الرحیم سے محولہ بالا صـ ۱۳۵ ۔

۷۸ جے شاخت ۔ اور جینز صـ ۱۶

۷۹ دی رپورٹ آف دی کورٹ آف دی انکوائری صـ ۲۰۸ ۔ سنت کی فرضیت کی نوعیت کے بارے میں ہر گرونے لکھتا ہے :-

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ آنحضرت صلعم جس طرح عمل کرتے تھے، وہ شروع ہی سے ایک عمومی قانون کی طرح تسلیم کیا جاتا تھا ۔ اس قانون کو منوانے کے لئے نہ کسی وحی کی ضرورت ہوتی تھی اور نہ استدلال کی ۔ خدا کے پیغمبر کے لئے یہ ایک قدرتی بات تھی کہ جو پیغام اس نے خدا کی طرف سے لوگوں کو دیا ہے، وہ اس کی حسب ضرورت وضاحت بھی کرے ۔ ہر گرونے ۔ محولہ بالا صـ ۲۶۹ ۔ ایم ۔ بی ۔ احمد ' تھیوری اینڈ پریکٹس آف لا ان اسلام ' جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۔ جزو ۸ (جولائی ۱۹۶۰) صـ ۱۸۴ ۔ ۲۰۵ ۔

۸۰ شاخت کا کہنا ہے کہ اس بارے میں کہ آیا سنت وحی کا نتیجہ ہے یا نہیں، امام شافعیؒ نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا ۔ جے شاخت ۔ اور جینز صـ ۱۶ ۔ تاہم دوسرے فقہا کا خیال ہے کہ سنت کی نوعیت 'بالواسطہ' یا داخلی وحی کی ہے ۔ عبد الرحیم محولہ بالا صـ ۶۹ ۔ دی رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری میں اس مسئلے پر کسی رائے کا اظہار نہیں کیا گیا ! اس میں صرف یہ صراحت کی گئی ہے کہ سنت بھی تقریباً اتنی ہی معصوم عن الخطا ہے جیسے کہ وحی ۔ رپورٹ صـ ۲۰۸ ۔

۸۱ مثال کے طور پر مشرق قریب کے مسلمان ممالک کے وفد نے اقوام متحدہ کی قانون دانوں کی کمیٹی کو جو یادداشت دی، اس میں یہ ہے :-

ایمانیات ایک الگ علم کا موضوع ہے ۔ علم الکلام فقہ یعنی قانون سے بالکل جدا ہے اور یہ مشتمل ہے آداب و اطوار کے نمونوں اور اعمال پر، یہ صحیح ہے کہ فقہ کا ارتقاء مذہب کے عمومی خطوط پر ہوا، لیکن اس کے باوجود خواہ فقہ پر مذہب کا کتنا بھی اثر ہوا ہو، فقہ سب کے ذہنوں میں کم سے کم اپنی آخری شکل میں ایک غیر مذہبی دنیوی (سیکولر) نوعیت کے خود اختیاری نظم و ضبط کی نمائندگی کرتی ہے ۔ یونائیٹڈ نیشنز کانفرنس اون انٹرنیشنل آرگینی زیشن ۔ جزو ۱۴ ۔ صـ ۳۷۶

۸۲ سنت کے معیاری پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے منیر کمیٹی رپورٹ میں یہ بیان کیا گیا ہے :- "ہم یہاں تک اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کسی مسئلے کے متعلق کوئی قانون جو قرآن اور سنت نبوی سے ماخوذ ہو، وہ ہر مسلمان کے لئے قابل اتباع ہے ۔ رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری صـ ۲۰۷ ۔

۸۳؎ مثال کے طور پر دیکھیے۔ ایچ۔اے۔آر۔گب محولہ بالا ص۹۳ اور ص۹۴

۸۴؎ سی۔ایس۔ہرگرونے۔محولہ بالا ص۲۶۸۔ محمدؐ علی محولہ بالا ص۵

۸۵؎ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص۵۵۲۔سی۔ایس۔ہرگرونے محولہ بالا ص۴۹۔اے گیولوم محولہ بالا ص۱۱

۸۶؎ گولڈزیہر نے مثال کے طور پر لکھا ہے:۔

"سنت اوّل تو اسلامی لفظ ہی نہیں ہے اور نہ وہ مفہوم جو یہ ظاہر کرتا ہے، صرف اسلام سے مخصوص ہے۔ اس کی جڑیں اسی شرک وبت پرستی کی اخلاقی جذباتیت میں بہت گہری راسخ تھیں، جسے پیغمبر (صلعم) ختم کرنے آئے تھے۔ سنت ایک ایسا تصوّر ہے جسے اسلام نے عرب بت پرستی سے لیا۔" گولڈزیہر 'دی پرنسپلز آف لاءِ اسلام' ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ (لندن ۱۹۰۷) ص۲۹۴-۳۰۴

۸۷؎ جے شاخت 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈیولپمنٹ آف جیورس پروڈنس'۔ 'لاءِ ان دی مڈل ایسٹ' میں۔ محولہ بالا ص۲۸-۵۶۔ اور خاص طور پر دیکھیے ص۳۴۔

۸۸؎ گولڈزیہر محولہ بالا ص۲۹۹-۳۰۴۔ وہ سنت کا مقابلہ رومیوں کے 'MORES MAJORUM' یا USUS LONGOEVUS سے کرتا ہے۔

۸۹؎ ایضاً ص۲۹۴

۹۰؎ مقابلہ کیجیے 'وار اینڈ پیس اِن دی لاء آف اسلام' ایم خدوری۔ محولہ بالا ص۲۷-۲۹

۹۱؎ جے شاخت اور جنز ص۲۔ جب تک امام شافعیؒ نے سنت کو پیغمبر (صلعم) کا مثالی عملی نمونہ قرار نہیں دیا۔ مسلمان فقہاء کے ہاں یہ خیال رائج تھا کہ سنت 'اُمت اسلامی کی زندہ روایت' کی عکاسی کرتی ہے۔ ان معنوں میں سنت قبل از اسلام کے عربی تصوّر سے بہت زیادہ نزدیک ہے لیکن شافعیؒ نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اس تصوّر کو بدل دیا۔ جے شاخت اور جنز ص۲-۳۔

۹۲؎ ایچ۔اے۔آر۔گب، محولہ بالا ص۷۵۔ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص۱۱۶۔ اے گیولوم محولہ بالا ص۱۳۳

۹۳؎ گولڈزیہر لکھتا ہے:۔ سائنسی تنقیدی معیار سے جانچا جائے تو ان شرعی قوانین کے مجموعوں کے مواد کا صرف ایک بہت تھوڑا حصّہ ہی اس ابتدائی دوَر سے پورے اعتماد کے ساتھ منسوب کیا جاسکتا ہے جس سے متعلق وہ اسے بتاتے ہیں۔ گولڈزیہر محولہ بالا ص۳۰۲۔ ایسی ہی آراء کے لئے دیکھیے شاخت کی کتاب اور جنز ص۲-۳

۹۴؎ ہرگرونے محولہ بالا ص۲۹۔ ایم۔بی۔ احمد محولہ بالا ص۱۸۹

۹۵ ایضاً صد ۲۷

۹۶ اے گیولوم۔ محولہ بالا صد ۲۸۔ مقابلہ کیجئے ایچ۔ اے۔ آر۔ گب محولہ بالا صد ۷۹۔ گیولوم لکھتا ہے:۔ جب ایک شخص ایک مسلمان مورخ کے ان فراہم کردہ اعداد پر غور کرتا ہے جو یہ بتاتے ہیں کہ بمشکل ایک سو احادیث میں سے جو پیغمبر (صلعم) کی سند کے ساتھ برملا طور پر رائج تھیں، بمشکل ایک کو نیک دل امام بخاری نے صحیح مانا تو اس کا احادیث کی اسناد پر اعتماد بڑے امتحان میں پڑ جاتا ہے۔ اے۔ گیولوم۔ محولہ بالا صد ۲۸

۹۷ عبدالرحیم محولہ بالا صد ۳۲۔

۹۸ حدیث کی روایت کا طریقہ حسب ذیل ہے۔

'الف نے مجھے بتایا کہ ب نے اسے اطلاع دی کہ اس نے ج کو یہ کہتے سنا اس طرح یہ سلسلہ روایت آخر تک رسول اللہ صلعم تک چلا جاتا ہے) کہ رسول اللہ صلعم نے ایک دن یہ فرمایا، یا یہ یہ عمل کیا۔ راویوں کے اس سلسلے کو اسناد کہتے ہیں اور جو چیز روایت کی جاتی ہے، وہ متن ہے'۔ سی۔ ایس۔ ہرگرونے۔ محولہ بالا ۴۹۔

۹۹ عبدالرحیم۔ محولہ بالا۔ صد ۷۷-۷۸

۱۰۰ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ محولہ بالا صد ۷۷

۱۰۱ ایچ۔ اے۔ آر۔ گب۔ محمڈنزم۔ محولہ بالا صد ۷۷

۱۰۲ ایس۔ جی۔ ولیمی۔ فٹز جیرالڈ کا حوالہ۔ لا اِن دی مسلم ایسٹ میں 'نیچر اینڈ سورسز آف دی شریعہ' محولہ بالا صد ۸۵-۱۱۲۔ صد ۹۴۔

۱۰۳ جے شاخت کا حوالہ۔ لا اِن دی مسلم ایسٹ میں 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈیولپمنٹ آف جیورس پروڈنس، صد ۲۸-۵۶ اور خاص کر صد ۴۶

۱۰۴ اے۔ گیولوم۔ محولہ بالا صد ۲۲۔

۱۰۵ گولڈزیہر۔ محولہ بالا صد ۳۰۔ ہرگرونے۔ محولہ بالا صد ۴۹۔

۱۰۶ جے شاخت۔ اورجنز صد ۱۳-۱۴

۱۰۷ ایضاً صد ۱۴

۱۰۸ ایضاً صد ۱۲۔ مقابلہ کیجئے۔ ایچ۔ اے۔ آر۔ گب۔ محمڈنزم۔ محولہ بالا صد ۹۳

۱۰۹ عبدالرحیم محولہ بالا صد ۷۸

۱۱۰ اس کے علاوہ تعبیر کے دوسرے اصولوں کے لئے دیکھئے ایچ۔ اے۔ آر۔ گب کی محمڈنزم۔ محولہ بالا صـ ۹۳
۱۱۱ رچرڈ بیل۔ انٹروڈکشن ٹو دی قرآن (ایڈنبرا ۱۹۵۸) صـ ۱۷۰
۱۱۲ ایچ۔ اے۔ گب کا حوالہ۔ محمڈنزم (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۴۹) صـ ۲۳
۱۱۳ جے سٹون کا حوالہ۔ دی پرووِنس اینڈ فنکشن آف لا۔ (ہارورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۵۰) صـ ۴۶۷
۱۱۴ جے۔ شاخت یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ حدیث کہ "امت مسلمہ کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی، تیسری صدی ہجری کے وسط کے قریب بطور رسول اللہ سے مروی ایک حدیث کے معرض وجود میں آئی۔ جے شاخت 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈیویلپمنٹ آف جیورس پروڈنس'۔ لا ان دی مڈل ایسٹ میں صـ ۲۸-۵۶۔ صـ ۵۵
۱۱۵ اے۔ جیفری کی فارن وکیبولری آف دی قرآن (بروڈا ۱۹۳۸) اور چارلس ٹورے کی دی جیوئش فاؤنڈیشن آف اسلام (نیویارک ۱۹۲۳) کتابیں اس بارے میں بڑی مفید ہیں۔
۱۱۶ آصف اے۔ اے۔ فیضی۔ 'دی ری انٹرپریٹیشن آف اسلام'، یونیورسٹی آف مسلم لاریویو۔ جلد ۱۔ (جولائی ۱۹۵۹) صـ ۳۹-۵۷ یقیناً اس مضمون سے پہلے بھی ایسے ہی مفید اور اہم مضامین نکلے ہیں۔ دیکھئے فیضی 'لا اینڈ ریلیجن اِن اسلام'، جرنل آف دی بمبئے برانچ آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۱۹۵۳) جلد ۲۸ صـ ۲۹-۴۸۔ 'اسلامک لا اینڈ تھیالوجی ان انڈیا'، مڈل ایسٹ جرنل (۱۹۵۴)۔ جلد ۸ صـ ۱۶۳-۸۳
۱۱۷ راقم السطور نے اس مجوزہ منہاج سے مسئلہ جنگ پر بحث کرتے ہوئے کام لیا ہے 'دی ڈاکٹرین آف جہاد اِن اسلامک لیگل تھیوری اینڈ پریکٹس'۔ انڈین ییر بک آف انٹرنیشنل افیرز (۱۹۵۷ء) صـ ۳۲-۴۸۔
۱۱۸ فیضی، 'دی ری انٹرپریٹیشن آف اسلام'، محولہ بالا صـ ۳۹-۵۷۔ خاص کر صـ ۴۵
۱۱۹ فیضی 'لا اینڈ ریلیجن اِن اسلام'۔
۱۲۰ فیضی۔ 'اسلامک لا اینڈ تھیالوجی اِن انڈیا۔ نیز دیکھئے فیضی 'دی ری انٹرپریٹیشن آف اسلام' خاص کر صـ ۵۰
۱۲۱ جیولیوس سٹون کی تحریروں کی طرف خاص طور سے توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔ دی پرووِنس اینڈ فنکشن آف دی لا۔ محولہ بالا۔ باب ۱۸-۲۰۔ جے سٹون 'پرابلمز کنفرنٹنگ سوشیالوجیکل انکوائریز کنسرننگ انٹرنیشنل لا'، RECUEIL DES COURS (۱۹۵۶) صـ ۶۵-۱۷۵۔ ان دونوں کتابوں میں جو کتابیات ہیں، وہ دیکھئے۔
۱۲۲ جے سٹون۔ دی پرووِنس اینڈ فنکشن آف لا۔ محولہ بالا صـ ۴۴۷

۱۲۳ چارلس دی وسچر 'تھیوری اینڈ دی ریئلیٹی اِن پبلک انٹرنیشنل لا۔ ٹی آر۔ پی۔ ای کوربیٹ (پرنسٹن ۱۹۵۷) نے موجودہ بین الاقوامی نظامِ قانون میں اس کے نظریے (تھیوری) اور عمل (پریکٹس) میں جو بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے، اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہی چیز قدیم (کلاسیکل) اسلامی قانون کے بارے میں کتنی صحیح ہے، اس کا ذکر کیا جاچکا ہے۔

۱۲۴ ایوجین اہرلچ۔ محولہ بالا صد ۷۳۔

۱۲۵ مثال کے طور پر دیکھیے۔ پرسی ای کوربیٹ 'دی سوشل بیسس آف لے لا آف نیشنز RECUEILDES COURS (۱۹۵۴) ۱۔ صہ ۴۷۲-۴۷۳-۵۴۳۔

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اتباع کا طریقہ

ہم نے احکام شریعت میں جو غور و خوض کیا تو ہمیں شریعت کے احکام کی دو صنفیں معلوم ہوئیں۔ ایک صنف تو قواعد کلیہ کی ہے، جن میں کہیں اور کبھی بھی کسی طرح کے استثنا کا امکان نہیں پایا جاتا۔ مثال کے طور پر شریعت کا حکم لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے.... دوسری صنف یہ ہے کہ کسی جزوی واقعہ یا مخصوص حالات کی بنا پر کوئی حکم صادر ہوا۔ اس طرح کے حکم کو قواعد کلیہ کے مقابلے میں ایک امر استثنائی سمجھا جائے گا۔ مجتہد کو چاہیئے کہ وہ قاعدے اور احکام بناتے وقت قواعد کلیہ کا خیال رکھے اور اگر اسے ایسی احادیث اور روایات ملیں جو ان قواعد کلیہ کے خلاف ہوں اور وہ نہ جان سکے کہ ایسی خلاف قاعدہ روایات کے اسباب و وجوہ کیا ہیں، تو اسے چاہیئے کہ ان کی بنا پر قواعد کلیہ کو نہ چھوڑے۔ مثال کے طور پر قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر خرید و فروخت میں کوئی بے جا اور فاسد شرط لگا دی جائے تو ایسی خرید و فروخت باطل ہو جاتی ہے۔ اب حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے جس میں اونٹ کی فروخت کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ یہ شرط بھی لگا دی گئی ہے کہ اونٹ کا سودا تو اب ہو چکا، البتہ وہ اس پر مدینہ تک سواری کر سکتے ہیں۔ اس واقعہ کی حیثیت ایک شخصی اور جزوی واقعہ کی ہے اور یہ کسی طرح پہلے قاعدہ کلیہ کا معارض نہیں ہو سکتا۔

قواعد کلیہ اور جزوی روایات کے اس طرح کے تعارض کو دور کرنے کے لئے بہت سی احادیث کو جو ان جزوی روایات کو بیان کرتی ہیں، عملاً ترک کرنا ہوتا ہے۔ حنفی مجتہد اس کی پروا نہیں کرتے۔ ان کے پیش نظر تو یہ ہوتا ہے کہ احکام کے نفاذ و تعین میں قواعد کلیہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ ان کی برابر یہ کوشش رہتی ہے کہ جزئیات کو کلی قواعد کے ماتحت کریں نہ کہ جزئیات کے لئے کلی قواعد کو ترک کیا جائے۔

(مولانا عبیداللہ سندھی۔ ماخوذ از ملفوظات شاہ عبدالعزیز)